مولانا محمد سعید الرحمٰن علوی

برِّ عظیم پاک و ہند میں بابِ تجدید کے فاتح

حضرت مجدّد الفِ ثانی

رحمۃ اللہ علیہ

"صدیاں گزر گئیں، عشاق کے ذکر میں آج بھی یہ تاثیر ہے تو ان کی پاک صورتوں، دلوں کی گہرائیوں اور دلربائیوں کا کیا حال ہوگا۔"

(مولانا ابوالکلام آزاد رح)

آج انہی عشاق میں سے ایک ایسے مردِ حق شناس، بلند ہمت اور صاحبِ عزیمت کا ذکر کرنے کے لیے قلم اٹھایا گیا ہے، جس کی قبر انور پر کھڑے ہو کر اقبال مرحوم نے یوں خراجِ عقیدت پیش کیا۔

حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر — وہ خاک کہ ہے زیر فلک مطلعِ انوار
اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے — اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحبِ اسرار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے — جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمیِ احرار
وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان — اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

(بالِ جبریل)

اور جس کی عظمتوں اور رفعتوں کا ذکر کرتے ہوئے "ڈاکٹر آرنلڈ" اپنی کتاب "پریچنگ آف اسلام" میں رقم طراز ہیں:

"شہنشاہ جہانگیر ۱۶۰۵ء تا ۱۶۲۸ء کے عہد میں ایک سنی عالم شیخ احمد مجدد نامی تھے جو مذہبی عقائد کی تردید میں خاص طور پر مشہور تھے بدعتیوں کو اس وقت دربار میں رسوخ حاصل تھا، ان لوگوں نے کسی بہانے انہیں قید کرا دیا۔ دو برس وہ قید میں رہے، اس مدت میں انہوں نے اپنے رفقاءِ زندان میں سے سینکڑوں بت پرستوں کو اسلام کا حلقہ بگوش بنا لیا۔"

صر ۱۰۲ مع ثانٹ

اللہ اللہ کتنی صحیح اور درست شہادت ہے مقامِ مجدد پر، اعداء کی طرف سے۔

"الفضل ما شہدت بہ الاعداء"

اس سے آگے بڑھیں "انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس" میں ہے کہ:

"ہندوستان میں سترہویں صدی میں ایک عالم جن کا نام شیخ احمد مجدد تھا۔ جو ناحق قید کر دیئے گئے تھے، ان کے متعلق روایت ہے کہ انہوں نے اپنے قید خانے کے ساتھیوں میں سے کئی سو بت پرستوں کو مسلمان بنا لیا۔" (ص ۴۸) جلد ۶)

یہ تذکرہ ہے اس صاحبِ عزیمت کا جس سے سازشی عناصر کے بہکانے پر جہانگیر بادشاہ سرِ دربار سجدہ کی توقع کیے ہوئے ہے لیکن وہ ایوان صدارت میں داخل ہو کر بلا خوف و خطر نہایت ہی پُر اعتماد اور پُر وقار لہجہ میں مغل بادشاہ کو مخاطب کر کے کہتے ہیں:۔ "بجز خلاقِ جہاں کسی اور کو سجدہ روا نہیں اور اے جہانگیر کیا یہ کھلی ایک ہوئی سفاہت و حماقت نہیں کہ میں اپنے ہی جیسے ایک مجبور و بے بس انسان کے آگے جھکوں۔"

اور جہانگیر ان کا منہ تکتا رہ گیا۔ اسے سمجھ میں نہ آتا تھا کہ اس گدڑی پوش فقیر کا کیا کرے؟ آخر وہ جھنجھلا کر سزائے موت کا حکم صادر کرتا ہے لیکن گویا کہ اس حکم پر اسے کسی غیبی طاقت نے جھنجھوڑا، وہ فوری طور پر اس سزا کو منسوخ کر کے عمر قید کا حکم دیتا ہے اور حضرت شیخ کو "اجین" کے قلعہ "گوالیار" میں نظر بند کر دیا جاتا ہے جہاں سینکڑوں اخلاقی قیدی موجود ہیں۔ اس نرالے قیدی اور جرمِ حق گوئی کے مجرم کے پہنچنے سے کیا نتائج برآمد ہوتے ہیں؟ وہی جن کا ذکر آپ نے سطور بالا میں پڑھا ہے میرا جی چاہتا ہے امام المجددین کی مبارک زندگی پر ذرا تفصیلی روشنی ڈالوں، کیا عجب کہ اس مردِ قلندر و دانا کے توسط سے داورِ محشر کی عدالت میں رو سیاہی سے بچ جاؤں۔ میرے یہ جملے بلا وجہ نہیں، حضرت مجدد اپنے رسالہ "مبدء و معاد" میں تحدیث نعمت کے تحت ارقام فرماتے ہیں:۔

"ایک روز حلقۂ احباب میں بیٹھا تھا کہ اپنی خرابیاں اس حد تک سامنے آنے لگیں کہ فقر و درویشی سے ذرا مناسبت معلوم نہ ہوتی تھی، اسی اثناء میں

حدیث نبوی" من تواضع للہ رفعہ اللہ" کے موافق اس دور افتادہ کو خاکِ ذلت سے اٹھایا گیا اور یکبارگی دل میں یہ آواز سنائی دی" غفرت لک ولمن توسل بک الیّ بواسطۃ اوبغیر واسطۃ الی یوم القیامۃ " اس مضمون کو بار بار فرما کر مجھے نوازا اور اس حد تک کہ شک و شبہ کی قطعاً گنجائش نہ رہی۔ اور اس کے بعد اس الہام کے ظاہر کرنے پر مجھے مامور کیا ؎

اگر بادشاہ بر در پیرزن بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن

شانِ مجدّدیت

حقیقت تو یہ ہے کہ بقول حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی مہتمم دارالعلوم دیوبند آپ" مجدّد الف ثانی" ہونا ہی عظمت و رفعت کی ایسی دلیل ہے کہ لامزید علیہ۔

جی چاہتا ہے کہ قاری صاحب موصوف کے ارشادات نقل کر کے "مقامِ مجدّدِ الف ثانی" کو واضح کر دیا جائے۔

پڑھیئے اور سر دھنیئے:

" حضرت مجدد صاحب کی تاریخی حیثیت سے کتنی ہی طویل و عریض سوانح لکھ لی جائے لیکن ساری سوانح حیات کی وہ روح جس سے ان کی ذاتِ گرامی دنیا میں آفتاب بن کر چمکی اور آج بھی اپنے اندر وہی جذب مقناطیسی کا اثر رکھتی ہے، صرف ایک ہی صفت جمیلہ ہے جو ان کے اس لقب" مجدد" سے نمایاں ہے۔ کسی ذات کو" مجدد" مان لینا اس کے غیر معمولی کمالات علمیہ و عملیہ کا اقرار کر لینا ہے۔ کیونکہ تجدید دین کا منصب اصلی تو انبیاء علیہم السلام کا ہے اور پھر اس میدان کے مرد وہ ہیں جو نبوت کے ترکہ کے وارث بن کر اس سے کوئی غیر معمولی حصہ پائیں۔ پس جس طرح کسی ذات کو نبی مان لینے سے اس کے لیے تمام بشری کمالات کا اقرار خود بخود لازم ہو جاتا ہے، اسی طرح کسی کو مجدد تسلیم کر لیے جانے سے اس میں وراثت نبوت کے غیر معمولی خطوط کا اعتراف بھی خود بخود ہی لازم ہو جاتا ہے کہ منصب نبوت

اللہ اللہ کتنی صحیح اور درست شہادت ہے مقامِ مجدّد پر، اعداء کی طرف سے۔
الفضل ما شہدت بہ الاعداء
اِس سے آگے بڑھیں "انسائیکلو پیڈیا آف ریلجن اینڈ ایتھکس" میں ہے کہ:
"ہندوستان میں سترہویں صدی میں ایک عالم جن کا نام شیخ احمد مجدّد تھا۔ جو ناحق قید کردیئے گئے تھے، ان کے متعلق روایت ہے کہ انہوں نے اپنے قید خانے کے ساتھیوں میں سے کئی سو بت پرستوں کو مسلمان بنا لیا۔" (ص ۴۹) جلد ۲)
یہ تذکرہ ہے اس صاحبِ عزیمت کا جس سے سازشی عناصر کے بہکانے پر جہانگیر بادشاہ سرِ دربار سجدہ کی توقع کیے ہوئے ہے لیکن وہ ایوان صدارت میں داخل ہوکر بلاخوف وخطر نہایت ہی پُراعتماد اور پُروقار لہجہ میں مغل بادشاہ کو مخاطب کرکے کہتے ہیں:۔ "بجز خلاقِ جہاں کسی اور کو سجدہ روا نہیں اور اسے جہانگیر کیا یہ کھلی ایک ہوئی سفاہت وحماقت نہیں کہ میں اپنے ہی جیسے ایک مجبور وبے بس انسان کے آگے جھکوں۔"
اور جہانگیر ان کا منہ تکتا رہ گیا۔ اسے سمجھ میں نہ آتا تھا کہ اس گدڑی پوش فقیر کا کیا کرے؟ آخر وہ جھنجھلا کر سزائے موت کا حکم صادر کرتا ہے لیکن گویا کہ اس حکم پر اسے کسی غیبی طاقت نے جھنجھوڑا، وہ فوری طور پر اس سزا کو منسوخ کرکے عمر قید کا حکم دیتا ہے اور حضرت شیخ کو "اجین" کے قلعہ "گوالیار" میں نظر بند کردیا جاتا ہے جہاں سینکڑوں اخلاقی قیدی موجود ہیں۔ اس نرالے قیدی اور جرمِ حق گوئی کے مجرم کے پہنچنے سے کیا نتائج برآمد ہوتے ہیں؟ وہی جن کا ذکر آپ نے سطور بالا میں پڑھا ہے میرا جی چاہتا ہے کہ امیں المجددین کی مبارک زندگی پر ذرا تفصیل روشنی ڈالوں، کیا عجب کہ اس مردِ قلندر ودانا کے توسط سے داورِ محشر کی عدالت میں رسوائی سے بچ جاؤں۔ میرے یہ جملے بلاوجہ نہیں، حضرت مجدّد اپنے رسالہ "مبدء ومعاد" میں تحدیثِ نعمت کے تحت ارقام فرماتے ہیں:۔
"ایک روز حلقۂ احباب میں بیٹھا تھا کہ اپنی خرابیاں اس حد تک سامنے آنے لگیں کہ فقر ودرویشی سے ذرا مناسبت معلوم نہ ہوتی تھی، اسی اثناء میں

حدیث نبوی "من تواضع للہ رفعہ اللہ" کے موافق اس دور افتادہ کو خاکِ ذلت سے اٹھایا گیا اور یکبارگی دل میں یہ آواز سنائی دی "غفرت لک ولمن توسل بک الیّ بواسطۃ اوبغیر واسطۃ الی یوم القیامۃ" اس مضمون کو بار بار فرماکر مجھے نوازا اور اس حد تک کہ شک وشبہ کی قطعاً گنجائش نہ رہی۔
اور اس کے بعد اس الہام کے ظاہر کرنے پر مجھے مامور کیا —

اگر بادشاہ بر در پیر زن   بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن

شانِ مجدّدیت

حقیقت تو یہ ہے کہ بقول حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی مہتمم دارالعلوم دیوبند آپؒ "مجدد الف ثانی" ہونا ہی عظمت ورفعت کی ایسی دلیل ہے کہ لامزید علیہ۔
جی چاہتا ہے کہ قاری صاحب موصوف کے ارشادات نقل کرکے "مقامِ مجددیت والف ثانی" کو واضح کر دیا جائے۔
پڑھیئے اور سر دُھنیئے:

"حضرت مجدد صاحب کی تاریخی حیثیت سے کتنی ہی طویل و عریض سوانح لکھ لی جائے لیکن ساری سوانح حیات کی وہ روح جس سے ان کی ذاتِ گرامی دنیا میں آفتاب بن کر چمکی اور آج بھی اپنے اندر وہی جذب مقناطیسی کا اثر رکھتی ہے، صرف ایک ہی صفت جمیلہ ہے جو ان کے اس لقب "مجدد" سے نمایاں ہے۔ کسی ذات کو "مجدد" مان لینا اس کے غیر معمولی کمالات علمیہ وعملیہ کا اقرار کر لینا ہے۔ کیونکہ تجدیدِ دین کا منصب اصلی تو انبیاء علیہم السلام کا ہے اور پھر اس میدان کے مرد وہ ہیں جو نبوت کے ترکہ کے وارث بن کر اس سے کوئی غیر معمولی حصہ پائیں۔ پس جس طرح کسی ذات کو نبی مان لینے سے اس کے سب تمام بشری کمالات کا اقرار خود بخود لازم ہو جاتا ہے، اسی طرح کسی کو مجدد تسلیم کرلئے جانے سے اس میں وراثتِ نبوت کے غیر معمولی خطوط کا اعتراف بھی خود بخود ہی لازم ہو جاتا ہے — منصبِ نبوت

سے عہدۂ مجددیت کی اِس نسبت ہی کا یہ اثر ہے کہ جس طرح انبیاء علیہم السلام کو یہ منصبِ جلیل کسی اپنی شخصی جد و جہد یا کسی اجتماعی یا جماعتی تجویز سے نہیں ملتا اسی طرح مجددوں کو بھی عہدۂ تجدید نہ ان کی اپنی ذاتی جانفشانی و محنت سے ہاتھ لگتا ہے نہ کسی جماعت کے من سمجھوتہ سے! بلکہ یہ محض من اللہ ایک موہبت عظمیٰ ہوتی ہے جس کے لیے غیبی انتخاب سے افراد چُن لیے جاتے ہیں اور مخلوق کے دلوں میں ان کی مقبولیت خود بخود قائم کر دی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس طرح قرآن کریم نے انبیائے کرام کے لیے "بعثت من اللہ" کا لفظ اختیار کیا ہے جیسے "هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ" الآیہ یا جیسے "حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا" یا جیسے "بَعَثْنَا إِلَيْهِمْ رُسُلًا" وغیرہ ٹھیک اسی طرح حدیث نبوی نے مجددوں کے لیے بھی یہی "بعثت من اللہ" کا کلمہ اختیار کیا ہے، ارشاد نبوی ہے "ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا (مشکوٰۃ) اور جیسے قرآن کریم نے "نبی" کا انتخاب من اللہ بتلایا ہے۔ "اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ" ایسے ہی اس حدیث میں "مجدد" کی نسبت بھی "اِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ" فرمایا گیا ہے، جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ ان دونوں منصبوں کا انتخاب من جانب اللہ ہی ہوتا ہے۔ فرق اگر ہے تو یہ کہ "نبوت" اصل ہے اور "تجدید" اس کا ظل ہے، وہاں "الہام" قطعی ہے جس کو "وحی" کہتے ہیں۔ یہاں ظنی ہے اُس کا منکر خارج از اسلام ہے اِس کا منکر خارج از سلاح و تقویٰ ہے، بہر صورت "مجددیت" "نبوت" کا ایک نہایت ہی روشن اور درخشاں پرتو ہے، اِس لیے مجدد علم و عمل کے لحاظ سے نبی کا سایہ اور اخلاق و ملکات کے لحاظ سے نبی کا نمونہ ہوتا ہے پس "مجدد" کہہ لینے کے بعد کسی اور منقبت کا درجہ ہی نہیں رہتا کہ جس کے ذریعے "مجدد" کی تعریف کی جائے، اور اگر کی جائے گی تو وہ اسی وصف تجدید کی تفصیل

ہوگی۔ جس کا "متن" لفظ "مجدد" ہوگا۔ پس اگر حضرت مجدد صاحب
مسلّمہ مجدد ہیں اور ضرور ہیں تو ان کی ہمہ منقبت یہی ہے کہ وہ
مجدد ہیں اور "الف ثانی" کے مجدد ہیں۔ "

آگے چلیں اور "الف ثانی" کے متعلق سنیں، یہاں بھی مضمون قاری صاحب کا ہے لیکن ہم نے بخوفِ طوالت تلخیص کردی ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں:

"الف ثانی (دوسرا ہزارہ) کا آغاز امّت کے حق میں تمام اگلے پچھلے فتنوں کا فتح باب تھا کیونکہ اُمّت کی خیریت ختم ہوجانے سے متعلق حضور ختمی مرتبت فداہ روحی وجسدی کے دو ارشاد ہیں۔ یعنی "پانچ سو سال" اور "ہزار سال"، جیسا کہ دونوں روایات احادیث میں موجود ہیں اور اربابِ نظر سے مخفی نہیں کہ پانچ صدیاں گذر جانے پر "فتنہ تاتار" نے جو تہلکہ مچایا اس سے نہ صرف "خیریتِ امّت" بلکہ جہان سے مسلمانوں کا اور ان کی شوکت وقوت کا استیصال ہوچکا تھا لیکن محافظِ حقیقی نے بالآخر انہی تاتاریوں کے دلوں کو مائل بہ اسلام کیا اور وہ قبولِ اسلام پر مجبور ہوگئے اور اسی پر بس نہیں بلکہ "خلافتِ عثمانیہ" کا سنگِ بنیاد رکھ کر اسلام کی وکالت شروع کردی۔ ؎

ہے عیاں یورشِ تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

اور حقیقت میں یہ قصرِ خلافت نہیں بلکہ قصرِ امّت کا سنگِ بنیاد تھا۔ پس قلبِ نبوی پر یہ فتنہ منکشف ہُوا تو آپ نے اُمّت کی عمر پانچ سو سال ارشاد فرمائی۔ چھٹی صدی سے گویا امّت کی تعمیرِ نو شروع ہوئی اور اس کے علوم وکمالات کی اشاعت کا ایک بہترین دور شروع ہوا۔ لیکن پھر دس صدیوں کے اختتام تک جو حالت ہوئی اور جس طرح ملی قدریں پامال ہوئیں، مسلمان زبوں حالی کا شکار ہوا۔ تخریبی قوتوں نے جس عیاری ومکاری سے ملّتِ اسلامیہ کی جدید بنیادوں میں تزلزل پیدا کیا اور بالخصوص ہندوستان میں "بابر" سے لے کر "اکبر" تک مخصوص حالات

کے پیشِ نظر جس انتہائی ناگفتہ بہ اور ملّت کش تحریک نے جنم لیا اس کی تفصیلات سے کلیجہ منہ کو آتا ہے، اور طوالت کا بھی خطرہ ہے، اس لیے قارئین کو اشارات سے واقف کراتا ہوں۔ اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ دس صدیوں تک کے اختتام کی حالت کو دیکھ کر آپ خود اندازہ فرمائیں کہ اس وقت جو "مجدد" ہوگا اسی کی روحانیت کس قدر بلند پایہ اور اس کا طرزِ تعلیم کس قدر مؤثر اور ہمہ گیر ہوگا جو ان فتن میں امت کے ایمانوں کی نگہبانی کرے، اور ان ظاہری و باطنی آفات کے تھپیڑوں میں کشتیٔ اسلام کو کھینچ کر کنارے لگائے، وہی الف ثانی "کے" مجدد "حضرت امام ربانی" ہیں، جن کے علوم و معارف نے دنیائے کفر و ضلال میں تہلکہ مچا دیا، تعلیمات شیخ کے سارے گوشے نہ سہی، صرف "مکتوبات امام" کو یک نظر ملاحظہ فرمائیے۔ اللہ اللہ علوم ظاہری و باطنی کا ایک اتھاہ سمندر ہے جس کی گہرائیوں کا علم نہیں، جن میں حقائق شرعیہ و اسرارِ فقہیہ کا عدیم المثال ذخیرہ موجود ہے، خوارق و کرامات کا سمندر اُمنڈ رہا ہے، پھر چونکہ اس دور کا سب سے گہرا مرض ابتداع و بدعت پسندی تھا جو پوری عمارتِ دین کو منہدم کرنا چاہتا تھا اس لیے "ناصحِ سرہند اور حکیم اسلام" نے جتنی اس پر توجہ دی، شاید کسی دوسرے مسئلہ پر دی ہو۔ الغرض حضرت امام کے بے انتہا مناقب میں سے صرف یہ دو جملے کافی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ مجدد ہیں دوسرے یہ کہ وہ الف ثانی کے مجدد ہیں جو بنصِ حدیث نبوی ظہورِ فتن کے لحاظ سے خطرناک صدی تھی اور جس کا تقاضہ تھا کہ ایسے خطرناک دور میں کوئی معمولی نہیں بلکہ رئیس المجددین بھیجا جائے جو ان عظیم مہالک و فتن کی مدافعت کر سکے۔

آئندہ سطور میں آپ "حضرت امام" کی زبردست مجددانہ سرگرمیوں کا جائزہ لیں اور انصاف سے کہیں کہ جس دور کے متعلق بنصِ حدیث شرور و آفات کے "برسات" کی خبر دی گئی ہے۔ اس صدی کے مجدد نے کیسی عزیمت و ہمت سے کام لے کر علمی برکتوں اور عملی ہمتوں کی لگاتار جھڑی لگا کر کس طرح گندگی اور کیچڑ کو دھو کر جسدِ امت کو صاف کیا اور عرب و عجم میں کس طرح اپنی برکات کی تازگی پھیلادی

ع خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را